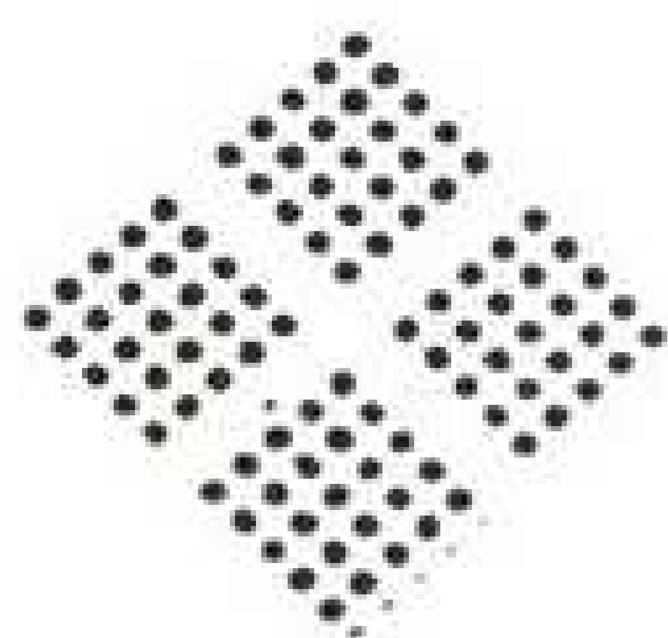
ساحر لدھیانوی کا بہترین شعری مجموعہ

تنہائیاں

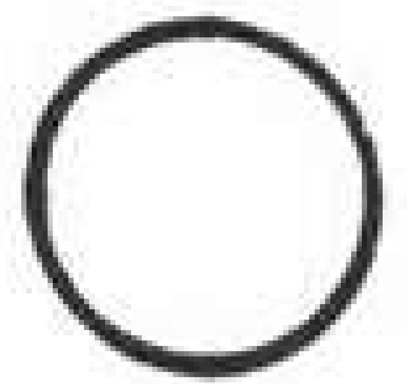
انجم بک ڈپو، دریا گنج نئی دہلی

تنہائیاں

ساحر لدھیانوی

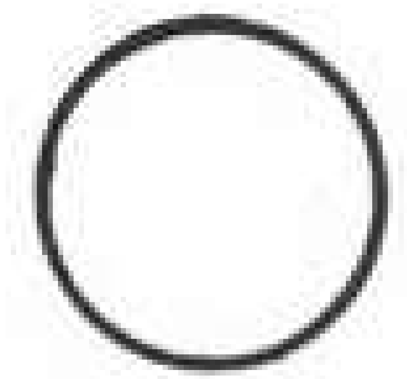


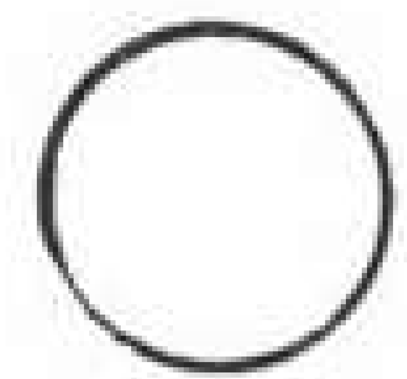
انجم بکڈپو اردو بازار دلّی ۶


نام کتاب ...... تنہائیاں


مصنّف ..... ساحر لدھیانوی

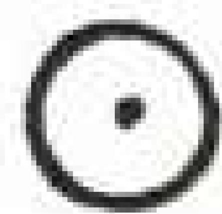

پبلشرز .... انجم بکڈپو، اردو بازار دہلی

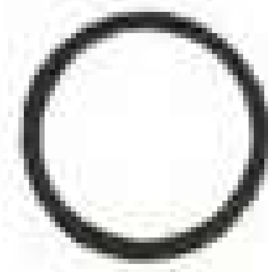

کتابت .... ظفر


قیمت

ردِ عمل

چند کلیاں نشاط کی چن کر
مدتوں محوِ یاس رہتا ہوں
تیرا ملنا خوشی کی بات سہی
تجھ سے مل کر اداس رہتا ہوں





تم نے جس خون کو مقتل میں دبانا چاہا
آج وہ کوچہ و بازار میں آ نکلا ہے
کہیں شعلہ کہیں نعرہ، کہیں پتھر بن کر
خون چلتا ہے تو رکتا نہیں سنگینوں سے
سر اٹھاتا ہے تو دبتا نہیں آئینوں سے

ظلم کی بات ہی کیا، ظلم کی اوقات ہی کیا
ظلم بس ظلم ہے آغاز سے انجام تلک
خون پھر خون ہے سو شکل بدل سکتا ہے
ایسی شکلیں کہ مٹاؤ تو مٹائے نہ بنے
ایسے شعلے کہ بجھاؤ تو بجھائے نہ بنے
ایسے نعرے کہ دباؤ تو دبائے نہ بنے

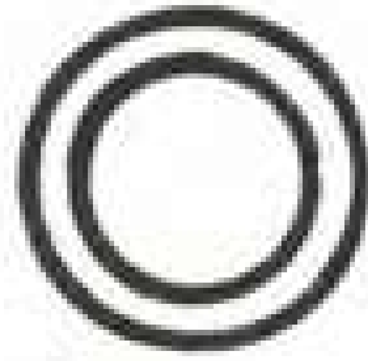


عجز ○

آپ کیا جانے مجھ کو سمجھتے ہیں کیا
میں تو کچھ بھی نہیں
اس قدر پیار، اتنی بڑی بھیڑ کا۔ میں رکھوں گا کہاں
اس قدر پیار رکھنے کے قابل نہیں، میرا دل میری جاں
مجھ کو اتنی محبت نہ دو دوستو
پیار اک شخص کا بھی اگر مل سکے
تو بڑی چیز ہے زندگی کے لئے
آدمی کو مگر یہ بھی ملتا نہیں یہ بھی ملتا نہیں
مجھ کو اتنی محبت ملی آپ سے
یہ میرا حق نہیں میری تقدیر ہے
میں زمانے کی نظروں میں کچھ بھی نہ تھا
میری آنکھوں میں اب تک وہ تصویر ہے

اس محبت کے بدلے میں کیا نذر دوں
میں تو کچھ بھی نہیں
عزتیں، شہرتیں، چاہتیں، اُلفتیں
کوئی بھی چیز دنیا میں رہتی نہیں
آج میں ہوں جہاں کل کوئی اور تھا
یہ بھی اک دور ہے وہ بھی اک دور تھا
آج اتنی محبت نہ دو دوستو
میرے کل کے لئے
کل جو گمنام ہے کل جو سنسان ہے
کل جو انجان ہے کل جو ویران ہے
میں تو کچھ بھی نہیں ہیں تو کچھ بھی نہیں





تری تڑپ سے نہ تڑپا تھا میرا دل لیکن
ترے سکون سے بے چین ہو گیا ہوں میں
یہ جان کر تجھے کیا جانے کتنا غم پہنچے
کہ آج تیرے خیالوں میں کھو گیا ہوں میں

کسی کی ہو کے تو اس طرح میرے گھر آئی
کہ جیسے پھر کبھی آئے تو گھر ملے نہ ملے
نظر اٹھائی مگر ایسے بے یقینی سے
کہ جس طرح کوئی پیش نظر ملے نہ ملے

تو مسکرائی مگر مسکرا کے رک سی گئی
کہ مسکرانے سے غم کی خبر ملے نہ ملے

رُکی تو ایسے کہ جیسے تری ریاضت کو
اب اس ثمر سے زیادہ ثمر ملے نہ ملے
گئی تو سوگ میں ڈوبے قدم یہ کہہ کے گئے
سفر ہے شرط شریک سفر ملے نہ ملے

تری تڑپ سے نہ تڑپا تھا میرا دل لیکن
ترے سکون سے بے چین ہو گیا ہوں میں
یہ جان کر تجھے کیا جانے کتنا غم پہنچے
کہ آج تیرے خیالوں میں کھو گیا ہوں میں



○ دنیا

یہ محلوں، یہ تختوں، یہ تاجوں کی دنیا
یہ انساں کے دشمن سماجوں کی دنیا
یہ دولت کے بھوکے رواجوں کی دنیا
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

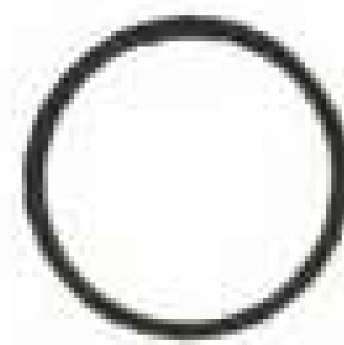
ہر اک جسم گھائل، ہر اک روح پیاسی
نگاہوں میں الجھن، دلوں میں اداسی
یہ دنیا ہے، یا عالمِ بدحواسی
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

یہاں اک کھلونا ہے انساں کی ہستی
یہ بستی ہے مردہ پرستوں کی بستی
یہاں پر تو جیون سے ہے موت سستی
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

جوانی بھٹکتی ہے بدکار بن کر
جواں جسم سجتے ہیں بازار بن کر
یہاں پیار ہوتا ہے بیوپار بن کر
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے

یہ دنیا، جہاں آدمی کچھ نہیں ہے
وفا کچھ نہیں، دوستی کچھ نہیں ہے
جہاں پیار کی قدر ہی کچھ نہیں ہے
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے

جلا دو اسے پھونک ڈالو یہ دنیا
مرے سامنے سے ہٹا لو یہ دنیا
تمہاری ہے تم ہی سنبھالو یہ دنیا
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے



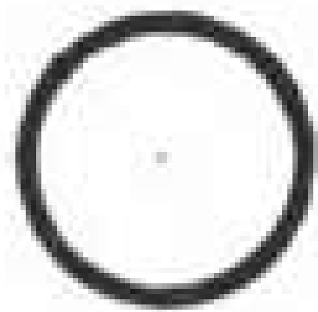


ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا

خاکِ صحرا پہ جمے یا کفِ قاتل پہ جمے
فرقِ انصاف پہ، یا پائے سلاسل پہ جمے
تیغِ بے داد پہ یا لاشۂ بسمل پہ جمے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا

لاکھ بیٹھے کوئی چھپ چھپ کے کمیں گاہوں میں
خون خود دیتا ہے جلاّدوں کے مسکن کا سراغ
سازشیں لاکھ اڑاتی رہیں ظلمت کی نقاب
لے کے ہر بوند نکلتی ہے، ہتھیلی پہ چراغ

ظلم کی قسمت ناکارہ و رسوا سے کہو
جبر کی حکمت پرکار کے ایما سے کہو
محملِ مجلسِ اقوام کی لیلیٰ سے کہو
خونِ دیوانہ ہے دامن پہ لپک سکتا ہے
شعلۂ تند ہے، خرمن پہ لپک سکتا ہے



بھیگے ہوئے جلوؤں پہ ایسے نہ نظر ڈالو

دل چاہا ہے اُدھر رکھو پر آنکھ ادھر ڈالو

سوئی ہوئی دھڑکن کو خود تم نے جگایا ہے،

سانسوں سے پکارا ہے نظروں سے بلایا ہے

مت اپنی خطاؤں کو اب اوروں کے سر ڈالو

کب ہم نے کہا تم سے ہم تم پہ نہیں مرتے

تم کچھ بھی کہو تم پہ الزام نہیں دھرتے

بے رحم ہو قاتل ہو، یہ قتل بھی کر ڈالو



ہر وقت ترے حسن کا ہوتا ہے سماں اور
ہر وقت مجھے چاہیئے اندازِ بیاں اور

پھولوں سا کبھی نرم تو شعلوں سا کبھی گرم
مستانہ ادا میں کبھی شوخی ہے کبھی شرم
ہر صبح گماں اور ہے، ہر رات گماں اور
ہر وقت ترے حسن کا ہوتا ہے سماں اور

بھرنے نہیں پاتیں تیرے جلووں سے نگاہیں
تھکنے نہیں پاتیں تجھے لپٹا کے یہ باہیں
چھو لینے سے ہوتا ہے تیرا جسم جواں اور
ہر وقت ترے حسن کا ہوتا ہے سماں اور



کہیں قرار نہ ہو اور کہیں خوشی نہ ملے
ہمارے بعد کسی کو بھی زندگی نہ ملے

الم نصیب کوئی اس سے بڑھ کے کیا ہوگا
جو اپنا گھر بھی جلا دے تو روشنی نہ ملے

یہی سلوک ہے گر آدمی کا آدمی سے
عجب نہیں ہے کہ دنیا میں آدمی نہ ملے

یہ بے بسی بھی کسی بد دعا سے کم تو نہیں
کہ کھل کے جی نہ سکے اور موت بھی نہ ملے





زندگی اتفاق ہے
کل بھی اتفاق تھی
آج بھی اتفاق ہے

جام پکڑ بڑھا کے ہاتھ
مانگ دعا گھٹے نہ رات

جانِ وفا تیری قسم
کہتے ہیں دل کی بات ہم

گر کوئی میل ہو سکے
آنکھوں کا کھیل ہو سکے
اپنے کو خوش نصیب جان
وقت کو مہربان جان
ملتے ہیں دل کبھی کبھی
ورنہ ہیں اجنبی سبھی

میرے ہمدم میرے مہرباں
ہر خوشی اتفاق ہے
حُسن ہے اور شباب ہے
زندگی کامیاب ہے

بزم یونہی کھلی رہے
اپنی نظر ملی رہے
رنگ یونہی جما رہے
وقت یونہی تھما رہے

ساز کی لے پہ جھوم کے
زلف کے خم کو چوم لے
میرے کئے پہ کچھ نہیں
تیرے کیئے پہ کچھ نہیں

میرے ہمدم مرے مہرباں
یہ سبھی اتفاق ہے



میرے محبوب نہ جا آج کی رات نہ جا
ہونے والی ہے سحر، تھوڑی دیر اور ٹھہر
دیکھ کتنا حسیں موسم ہے
ہر طرف اک عجیب عالم ہے
ذرے آج اس طرح نکھرے ہیں
جیسے تارے زمیں پہ بکھرے ہیں
میں نے کاٹے ہیں انتظار کے دن
تب کہیں آئے ہیں بہار کے دن
یوں نہ جا دل کی شمع گل کر کے
اب بھی دیکھا نہیں ہے جی بھر کے
اس طرح پھیر کر نظر مجھ سے
دور آ جائے گا اگر مجھ سے

چاندنی سے بھی آگ برسے گی
شمع بھی روشنی کو ترسے گی
دھڑکنوں میں بھی ترانے ہیں
ترے رکنے کے سو بہانے ہیں
میرے دل کی ذرا صدا سن لے
پیاسی نظروں کی التجا سن لے





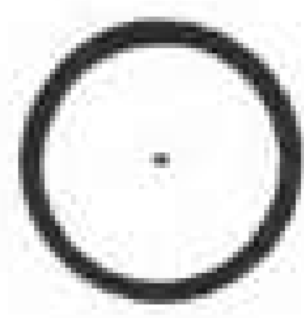
تمہاری مست نظر اگر ادھر نہیں ہوتی
نشے میں چور فضا اس قدر نہیں ہوتی

تمہیں کو دیکھنے کی دل میں آرزوئیں ہیں
تمہارے آگے ہی اونچی نظر نہیں ہوتی

خفا نہ ہونا اگر بڑھ کے تھام لوں دامن
یہ دل فریب خطا جان کر نہیں ہوتی

تمہارے آنے تلک ہم کو ہوش رہتا ہے
پھر اس کے بعد ہمیں کچھ خبر نہیں ہوتی





نئی نئی شکل کا ان کو ارمان ہے
آج اس پہ ہے کل اس پہ ایمان ہے
جب نئی شکل دیکھی مچل ہی جاؤ گے
موسموں کی طرح بدل ہی جاؤ گے
ہم نے پہلے بھی کئی چاہنے والے دیکھے
ہم نے پہلے بھی یہ سب کھیل یہاں دیکھا ہے

کوئی مر جائے کسی پہ یہ کہاں دیکھا ہے
چھوڑیئے ہم نے بھی جہاں دیکھا ہے
آپ مرتے ہیں ہم پہ بڑی بات ہے
یہ محبت مگر رات کی رات ہے
رات ڈھل جائے گی بات ٹل جائیگی
یہ طبیعت ابھی کل سنبھل جائے گی
عشق کرتے ہیں سبھی جان چھڑکتے ہیں سبھی
یہ مگر چند ہی گھڑیوں کا سماں دیکھا ہے



میں نے چاند اور ستاروں کی تمنّا کی تھی
مجھ کو راتوں کی سیاہی کے سوا کچھ نہ ملا
میں وہ نغمہ ہوں جسے پیار کی محفل نہ ملی
وہ مسافر ہوں جسے کوئی بھی منزل نہ ملی
زخم پائے ہیں بہاروں کی تمنّا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنّا کی تھی
کسی گیسو، کسی آنچل کا سہارا بھی نہیں
راستے میں کوئی دھندلا سا ستارہ بھی نہیں
میری نظروں نے نظاروں کی تمنّا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی
دل میں ناکام امیدوں کے بسیرے پائے
روشنی لینے کو نکلا تو اندھیرے پائے
رنگ اور نور کے دھاروں کی تمنّا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی

کتابوں میں چھپتے ہیں چاہت کے قصے
حقیقت کی دنیا میں چاہت نہیں ہے

زمانے کے بازار میں یہ وہ شے ہے
کہ جس کی کسی کو ضرورت نہیں ہے
یہ بے کار بے دام کی چیز ہے
محبت بڑے کام کی چیز ہے
یہ بس نام ہی نام کی چیز ہے

محبت سے اتنا خفا ہونے والے
چل آ آج تجھ کو محبت سکھا دوں
ترا دل جو برسوں سے ویراں پڑا ہے
کسی نازنیناں کو اس میں بسا دوں
میرا مشورہ کام کی چیز ہے

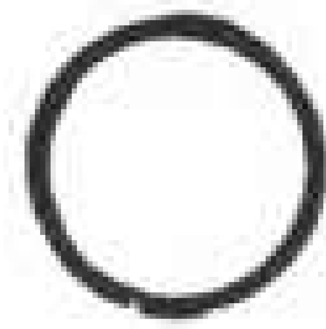


ہر طرف حسن ہے جوانی ہے
آج کی رات کیا سہانی ہے
ریشمی جسم سرسراتے ہیں
مرمریں خواب گنگناتے ہیں

دھڑکنوں میں سرور پھیلا ہے
رنگ نزدیک دور پھیلا ہے

دعوتِ عشق دے رہی ہے فضا
آج ہو جا کسی حسیں پہ فدا
محبت بڑے کام کی چیز ہے

محبت کے دم سے ہے دنیا کی رونق
محبت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا
نظر اور دل کی پناہوں کی چھوٹی
یہ جنت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا



میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی
مجھ کو راتوں کی سیاہی کے سوا کچھ نہ ملا
میری راہوں سے جدا ہو گئیں راہیں ان کی
آج بدلی نظر آتی ہیں نگاہیں ان کی

جن سے اس دل نے سہاروں کی تمنّا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنّا کی تھی
پیار مانگا تو سسکتے ہوئے ارمان ملے
چین چاہا تو امڈتے ہوئے طوفان ملے
ڈوبتے دل نے کناروں کی تمنّا کی تھی



اُمید

وہ صبح کبھی تو آئے گی

ان کالی صدیوں کے سر سے جب رات کا آنچل ڈھلکے گا
جب دکھ کے بادل پگھلیں گے جب سکھ کا ساگر چھلکے گا
جب امبر جھوم کے ناچے گا جب دھرتی نغمے گائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی ....

جس صبح کی خاطر جگ جگ سے ہم سب مر مر کے جیتے ہیں
جس صبح کے امرت کی دھن میں ہم زہر کے پیالے پیتے ہیں
ان بھوکی پیاسی روحوں پر اک دن تو کرم فرمائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی ....

مانا کہ ابھی تیرے میرے ارمانوں کی قیمت کچھ بھی نہیں
مٹی کا بھی ہے کچھ مول مگر انسانوں کی قیمت کچھ بھی نہیں
انسانوں کی عزت جب جھوٹے سکوں میں نہ تولی جائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی ...

دولت کے لئے جب عورت کی عصمت کو نہ بیچا جائے گا
چاہت کو نہ کچلا جائے گا، غیرت کو نہ بیچا جائے گا
اپنے کالے کرتوتوں پر جب یہ دنیا شرمائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی.....
بیتیں گے کبھی تو دن آخر یہ بھوک کے اور بیکاری کے
ٹوٹیں گے کبھی تو بت آخر دولت کی اجارہ داری کے
جب ایک انوکھی دنیا کی بنیاد اٹھائی جائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی....
مجبور بڑھاپا جب سونی راہوں کی دھول نہ پھانکے گا
معصوم لڑکپن جب گندی گلیوں میں بھیک نہ مانگے گا
حق مانگنے والوں کو جس دن سولی نہ دکھائی جائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی....
فاقوں کی چتاؤں پر جس دن انساں نہ جلائیں جائینگے
سینے کے دہکتے دوزخ میں ارماں نہ جلائے جائینگے
یہ نرک سے بھی گندی دنیا، جب سورگ بنائی جائیگی
وہ صبح کبھی تو آئے گی....



یہیں جانچے تھے دھرم کے دشوائش
یہیں پرکھے تھے دین کے اوہام
یہیں منکر بنے روائت کے
یہیں توڑے رواج کے اصنام
یہیں نکھرا تھا ذوق نغمہ گری
یہیں اترا تھا شعر کا الہام

میں جہاں بھی رہا یہیں کا رہا
مجھ کو بھولے نہیں ہیں یہ در و بام
نام میرا جہاں جہاں پہنچا
ساتھ پہنچا ہے اس دیار کا نام
میں یہاں میزبان بھی مہمان بھی
آپ جو چاہیں دیجئے مجھے نام

نذر کرتا ہوں ان فضاؤں کو
اپنا دل اپنی روح اپنا کلام

اور فیضانِ علم جاری ہو
اور اونچا ہو اس دیار کا نام
اور شاداب ہو یہ ارضِ حسیں
اور مہکے یہ وادیِ گلفام
اور ابھریں صنم گری کے نقوش
اور چھلکیں مئے سخن کے جام



● اپنے نغموں کی جھولی پسارے
دربدر پھر رہا ہوں
مجھ کو امن اور تہذیب کی بھیک دو



ایک میں ہی نہیں کیا جانیے کتنی ہوں گی
جن کو اب آئینہ تکنے سے جھجک آتی ہے
جن کی خوابوں میں نہ سہرے ہیں نہ سندور نہ سیج
راکھ ہی راکھ ہے جو ذہن پہ منڈلاتی ہے

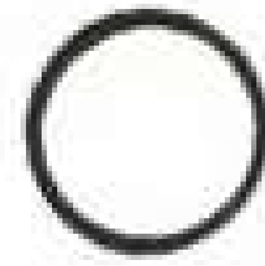
اک بجھی روح لٹے جسم کے سانچے میں لیے
سوچتی ہوں کہ کہاں جا کے مقدر پھوڑوں
میں نہ زندہ ہوں کہ مرنے کا سہارا ڈھونڈوں
اور نہ مردہ ہوں کہ غموں سے چھوٹوں

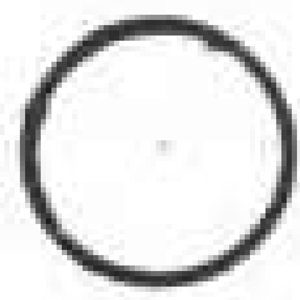
کون بتلائے گا تجھ کو کسے جا کر پوچھوں
زندگی زہر کے سانچوں میں ڈھلے گی کب تک
کب تلک آگ میں کھولے گا زمانے کا ضمیر
ظلم اور جبر کی یہ ریت چلے گی کب تک

آج

میں تمہارا مغنی ہوں، نغمہ نہیں ہوں
اور نغمے کی تخلیق کا ساز و سامان
آج تم نے جلا کر بھسم کر دیا ہے
اور میں اپنا ٹوٹا ہوا ساز تھامے
سرد لاشوں کے انبار کو تک رہا ہوں
میرے چاروں طرف موت کی وحشتیں ناچتی ہیں
اور انساں کی حیوانیت جاگ اٹھی ہے
بربریت کے خونخوار عفریت
اپنے ناپاک جبڑوں کو کھولے
خون پی پی کے غرا رہے ہیں
بچے ماؤں کی گودوں میں سہمے ہوئے ہیں
بہنیں بے حرمتی کے تصور سے لرزاں ہیں
افسردہ ہیں بھائی مجبور ہیں

ہر طرف شورِ آہ و بکا ہے
اور میں اس تباہی کے طوفان میں
آگ اور خون کے ہیجان میں
سرنگوں اور شکستہ مکانوں سے پُر راستوں پر





تم اگر ساتھ دینے کا وعدہ کرو
میں یونہی مست نغمے لٹاتا رہوں
تم مجھے دیکھ کر مسکراتی رہو
میں تمہیں دیکھ کر گیت گاتا رہوں

کتنے جلوے فضاؤں میں بکھرے مگر
میں نے اب تک کسی کو پکارا نہیں
تم کو دیکھا تو نظریں یہ کہنے لگیں
ہم کو چہرے سے ہٹنا گوارا نہیں

میری نظروں کے آگے رہو
میں ہر اک شے سے نظریں چراتا رہوں

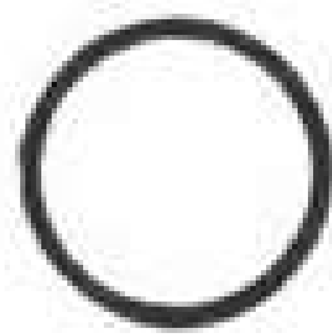
میں نے خوابوں میں برسوں تراشا جسے
تم وہی سنگ مرمر کی تصویر ہو
تم نہ سمجھو تمہارا مقدر ہوں میں
میں سمجھتا ہوں تم میری تقدیر ہو

تم اگر مجھ کو اپنا سمجھنے لگو ! !
میں بہاروں کی محفل سجاتا رہوں

میں اکیلا بہت دیر چلتا رہا
اب سفر زندگانی کا کٹتا نہیں
جب تک کوئی رنگین سہارا نہ ہو
وقت کافر جوانی کا کٹتا نہیں

تم اگر ہم قدم بن کے چلتی رہو
میں زمیں پر ستارے بچھاتا رہوں





حکمِ سرکار کی پہنچ مت پوچھ
اہلِ سرکار تک نہیں پہنچا

قتل گاہیں تو دور کی شے ہیں
قتل اخبار تک نہیں پہنچا

ہائے وہ دستِ مفلسی جو ابھی
ریش و دستار تک نہیں پہنچا

انقلاباتِ دہر کی بنیاد
حق، جو حقدار تک نہیں پہنچا

وہ مسیحا نفس نہیں جس کا
سلسلہ دار تک نہیں پہنچا





میرے اجداد کا وطن یہ شہر
میری تعلیم کا جہاں یہ مقام
میرے بچپن کی دوست یہ گلیاں
جن میں رسوا ہوا ہوا شباب کا نام
یاد آتے ہیں ان فضاؤں میں
کتنے نزدیک اور دور کے نام
کتنے خوابوں کے ملگجے چہرے
کتنی یادوں کے مرمریں اجسام
کتنے ہنگامے، کتنی تحریکیں
کتنے نعرے جو تھے زبان زد عام
میں یہاں جب شعور کو پہنچا
اجنبی قوم کی تھی قوم غلام
یونین جیک درس گاہ پہ تھا
اور وطن میں تھا سامراجی نظام
اس کی مٹی کو ہاتھ میں لے کر
ہم بنے تھے بغاوتوں کے امام

لوگ عورت کو فقط جسم سمجھ لیتے ہیں!
روح بھی ہوتی ہے اس میں یہ کہاں سوچتے ہیں
روح کیا ہوتی ہے اس سے انہیں مطلب ہی نہیں
وہ تو بس تن کے تقاضوں کا کہا مانتے ہیں
روح مرجائے تو ہر جسم ہے چلتی ہوئی لاش
اس حقیقت کو نہ سمجھتے ہیں نہ پہچانتے ہیں

کتنی صدیوں سے یہ وحشت کا چلن جاری ہے
کتنی صدیوں سے ہے قائم یہ گناہوں کا رواج
لوگ عورت کی ہر اک چیخ کو نغمہ سمجھیں
وہ قبیلوں کا زمانہ ہو کہ شہروں کا سماج

جبر سے نسل بڑھے ظلم سے تن میل کرے
یہ عمل ہم میں ہے بے علم پرندوں میں نہیں
ہم جو انسانوں کی تہذیب لئے پھرتے ہیں
ہم سا وحشی کوئی جنگل کے درندوں میں نہیں



فن جو نادار تک نہیں پہنچا
ابھی معیار تک نہیں پہنچا

عکس مے ہو کہ جلوۂ گل ہو
رنگ رخسار تک نہیں پہنچا

اس نے ہر وقت بے رخی برتی
شوق، آزار تک نہیں پہنچا

حرفِ انکار سر بلند رہا
ضعفِ اقرار تک نہیں پہنچا



یقین

وہ صبح ہمیں سے آئے گی

جب دھرتی کروٹ بدلے گی جب قید سے قیدی چھوٹیں گے
جب پاپ گھروندے پھوٹیں گے جب ظلم کے بندھن ٹوٹیں گے
اس صبح کو ہم ہی لائیں گے، وہ صبح ہمیں سے آئے گی
وہ صبح ہمیں سے آئے گی ....

منحوس سماجی ڈھانچوں میں جب ظلم نہ پالے جائیں گے
جب ہاتھ نہ کاٹے جائیں گے جب سر نہ اچھالے جائیں گے
جیلوں کے بنا جب دنیا کی سرکار چلائی جائے گی
وہ صبح ہمیں سے آئے گی ....

سنسار کے سارے محنت کش کھیتوں سے ملوں سے نکلیں گے
بے گھر، بے در، بے بس انساں، تاریک بلوں سے نکلیں گے
دنیا امن اور خوشحالی کے پھولوں سے سجائی جائے گی
وہ صبح ہمیں سے آئے گی .....

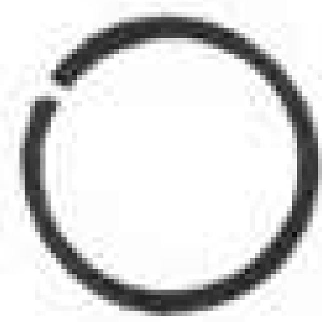


اور نکلیں وہ بے نوا جن کو
اپنا سب کچھ کہیں وطن کے امام
قافلے آتے جاتے رہتے ہیں
کب ہوا ہے یہاں کسی کا قیام
نسل در نسل کام جاری ہے
کارِ دنیا کبھی ہوا نہ تمام



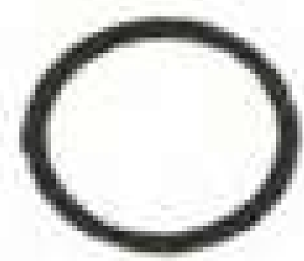
کل جہاں میں تھا آج تو ہے وہاں
اے نئی نسل! تجھ کو میرا سلام



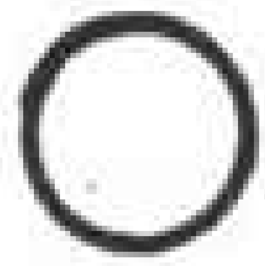


تم اپنا رنج و غم اپنی پریشانی مجھے دے دو
تمہیں ان کی قسم اس دل کی ویرانی مجھے دے دو
یہ مانا میں کسی قابل نہیں تیری نگاہوں میں
برا کیا ہے اگر یہ دکھ یہ حیرانی مجھے دے دو
تم اپنا رنج و غم اپنی پریشانی مجھے دے دو
میں دیکھوں تو سہی دنیا تمہیں کیسے ستاتی ہے
کوئی دن کے لئے اپنی نگہبانی مجھے دے دو
تم اپنا رنج و غم اپنی پریشانی مجھے دے دو
وہ دل جو میں نے مانگا تھا مگر غیروں نے پایا تھا
بڑی شے ہے اگر اس کی پشیمانی مجھے دے دو
تم اپنا رنج و غم اپنی پریشانی مجھے دے دو



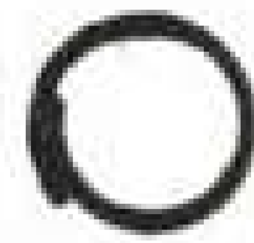


یوں تو ہم نے لاکھ حسیں دیکھے ہیں تم سا نہیں دیکھا
اُف یہ نظر اُف یہ ادا
کون نہ اب ہو گا فدا
زلفیں ہیں یا بدلیاں
آنکھیں ہیں یا بجلیاں
جانے کس کس کی آئے گی قضا
تم بھی حسیں رت بھی حسیں
آج یہ دل بس میں نہیں
راستے خاموش ہیں
دھڑکنیں مدہوش ہیں
پیئے بن آج ہمیں چڑھا نشہ
تم اگر بولو کے صنم
مر تو نہیں جائیں گے ہم
کیا پری یا حور ہو
اتنی کیوں مغرور ہو
مان کے تو دیکھ کبھی کسی کا کہا

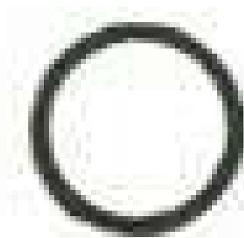


اک راستہ ہے زندگی ہے جو تھم گئے تو کچھ نہیں
یہ قدم کسی مقام پہ جو جم گئے تو کچھ نہیں
او رجاتے راہی او رنا نکے راہی
میری باہوں کو ان راہوں کو
تو چھوڑ کے نہ جا تو واپس آجا
وہ حسن کے جلوے ہوں یا عشق کی آوازیں
آزاد پرندوں کی رکتی نہیں پروازیں
جاتے ہوئے قدموں سے آتے ہوئے قدموں سے
بھری رہے گی راہ گزر جو ہم گئے تو کچھ نہیں
تم ایسا عجب نہیں ڈھانا بیامت جانا بدیسوا رتے
ہم کا بھی سنگ لیئے جانا جب جانا بدیسوا رے
جاتے ہوئے راہی کے سائے میں سمٹنا کیا
اک پل کے مسافر کے دامن سے لپٹنا کیا
جاتے ہوئے قدموں سے آتے ہوئے قدموں سے
بھری رہے گی راہ گزر جو ہم گئے تو کچھ نہیں





تم ایک بار محبت کا امتحان تو لو
مرے جنوں مری وحشت کا امتحان تو لو
سلام شوق پہ رنجش بھرا پیام نہ دو
مرے خلوص کو پھر سے ہوس کا نام نہ دو
مری وفا کی حقیقت کا امتحان تو لو
یہ تخت و تاج نہ لعل و گہر کی حسرت ہے
تمہارے پیار تمہاری نظر کی حسرت ہے
تم اپنے حسن کی عظمت کا امتحان تو لو
میں اپنی جان بھی دے دوں تو اعتبار نہیں
کہ تم سے بڑھ کے مجھے زندگی سے پیار نہیں
یونہی سہی مری چاہت کا امتحان تو لو

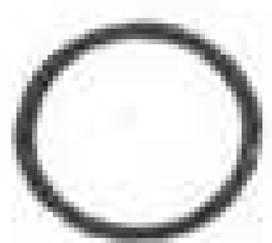




جیوں گا جب تلک تیرے فسانے یاد آئیں گے
کسک بن کر محبت کے ترانے یاد آئیں گے

مجھے تو زندگی بھر اب تری یادوں پہ جینا ہے
تجھے بھی کیا کبھی گزرے زمانے یاد آئیں گے

کہیں گونجے گی شہنائی تو لے گا درد انگڑائی
ہزاروں غم، ترے غم کے بہانے یاد آئیں گے





کون کہتا ہے محبت کی زباں ہوتی ہے
یہ حقیقت تو نگاہوں سے بیاں ہوتی ہے

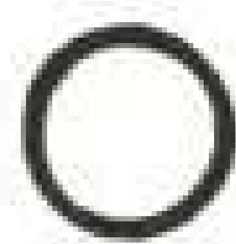
وہ نہ آئیں تو ستاتی ہے خلش سی دل کو
وہ جو آئیں تو خلش اور جواں ہوتی ہے

روح کو شاد کرے، دل کو جو پُرنور کرے
ہر نظارے میں یہ تنویر کہاں ہوتی ہے

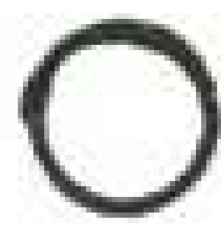
زندگی کی اک سلگتی سی چتا ہے ساحرؔ
شعلہ بنتی ہے نہ یہ بجھ کے دھواں ہوتی ہے



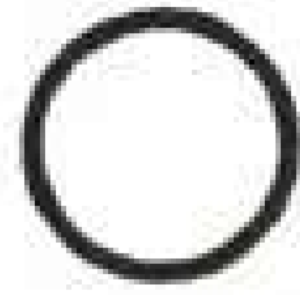




تمہاری نظر کیوں خفا ہو گئی
خطا بخش دو گر خطا ہو گئی
ہمارا ارادہ تو کچھ بھی نہ تھا
تمہاری خطا خود سزا ہو گئی
سزا ہی سہی آج کچھ تو ملا ہے
سزا میں بھی اک پیار کا سلسلہ ہے
محبت کا اب کچھ بھی انجام ہو
ملاقات کی ابتدا ہو گئی
ملاقات پر اتنے مغرور کیوں ہو
ہماری خوشامد پہ مجبور کیوں ہو
منانے کی عادت کہاں پڑ گئی
ستانے کی تعلیم کیا ہو گئی
ستاتے نہ ہم تو مناتے ہی کیسے
تمہیں اپنے نزدیک لاتے ہی کیسے
اسی دن کا چاہت کو ارمان تھا
قبول آج دل کی دعا ہو گئی



ہم نے بھی محبت کی تھی مگر
کچھ بھی نہ ملا حسرت کے سوا
تم نے بھی ہمیں الزام دیا
کیا کہیے اسے قسمت کے سوا
سنتے تھے وفا جو کرتے ہیں
انعام وفا پا جاتے ہیں!
چاہت کی نظر رکھنے والے
چاہت کا صلہ پا جاتے ہیں
دیکھا تو کوئی انجام نہیں
الفت کا ہم نے نفرت کے سوا
ایسا تو کبھی سوچا بھی نہ تھا
تم ہم سے جدا ہو سکتی ہو
جس دل پہ تھا اتنا ناز تمہیں
اس دل سے خفا ہو سکتی ہو
چاہا تھا تمہارا پیار مگر
کچھ پا نہ سکے تہمت کے سوا



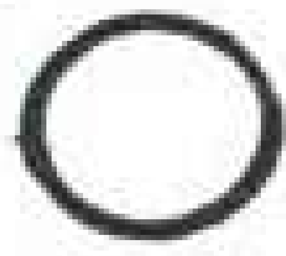
تجھے ادبِ وفا ہم زندگی کا آسرا سمجھے !
بڑے نادان تھے ہم ہائے سمجھے بھی تو کیا سمجھے

محبت میں ہمیں تقدیر نے دھوکے دیئے کیا کیا
جو دل کا درد تھا اس درد کو دل کی دوا سمجھے

ہماری بےبسی یہ کہہ رہی ہے ہائے رو رو کے
ڈبویا اس نے کشتی کو جسے ہم ناخدا سمجھے

کدھر جائیں کہ اس دنیا میں کوئی بھی نہیں اپنا
اسی نے بے وفائی کی جسے جانِ وفا سمجھے



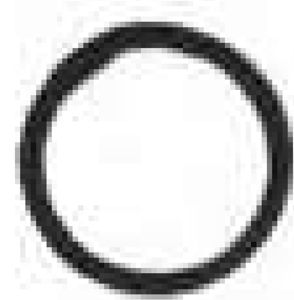


مجھے مل گیا بہانہ تیری دید کا
کیسی خوشی لے کے آیا چاند عید کا
زلف مچل کے کھل کھل جائے
چاند میں مستی گھل گھل جائے
ایسی خوشی آج ملی، آنکھوں میں نام نہیں نیند کا
جاگتی آنکھیں بنتی ہیں سپنے
تجھ کو بٹھا کے پہلو میں اپنے
دل کی لگی ایسی بڑھی، آنکھوں میں نام نہیں نیند کا
آنے ہی تیرے چٹکی ہیں کلیاں
دل بن بن کے دھڑکی ہیں گلیاں
ایسی سجی رات میری آنکھوں میں نام نہیں نیند کا





میں نے پی شراب تم نے کیا پیا ، آدمی کا خون
میں ذلیل ہوں ارے میں ذلیل ہوں تم کو کیا کہوں
تم پیو تو ٹھیک ہم پئیں تو پاپ
تم جیو تو پُن ہم جئیں تو پاپ
تم شریف لوگ ہم امیر لوگ
ہم تباہ حال ہم فقیر لوگ
زندگی بھی روگ موت بھی عذاب
تم کہو تو سچ ہم کہیں تو جھوٹ
تم کو سب معاف ظلم ہو کہ لوٹ
تم نے کتنے دل چاک کر دیئے
کتنے بستے گھر خاک کر دیئے
میں نے تو کیا خود کو ہی خراب



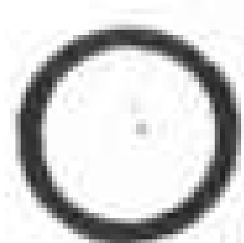


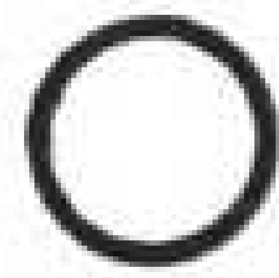
کسی کے وعدے پہ کیوں اعتبار ہم نے کیا
نہ آنے والوں کا کیوں انتظار ہم نے کیا

نہ وہ ہمارے ہوئے اور نہ ہم اپنے رہے
محبتوں کا عجیب کاروبار ہم نے کیا

وہ کھیل کھیل رہے تھے وہ کھیل کھیل چکے
خطا ہماری تھی کیوں ان سے پیار ہم نے کیا

بچھڑ کے ان سے نہ جب دل کسی طرح بہلا
شراب خانے کا رخ اختیار ہم نے کیا





یہ بہاروں کا سماں چاند تاروں کا سماں
کھو نہ جائے آ بھی جا
زندگانی درد بن جائے کہیں ایسا نہ ہو
سانس آہِ سرد بن جائے کہیں ایسا نہ ہو
دل تڑپ کر ناگہاں
سو نہ جائے آ بھی جا
کیا ہوا کیوں اس طرح تو نے نگاہیں پھیر لیں
مری راہوں کی طرف سے اپنی راہیں پھیر لیں
زندگی کا کارواں
کھو نہ جائے آ بھی جا



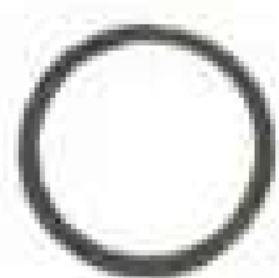


مرتا ہے کوئی تو مر جائے ہم اپنا نشانہ کیوں چھوڑیں
دل ڈگے بچائیں دل اپنا ہم تیر چلانا کیوں چھوڑیں

مجبور نہ ہو تو عشق ہی کیا مغرور نہ ہو تو حسن ہی کیا
تم ہم کو منانا کیوں چھوڑو ہم ہم کو ستانا کیوں چھوڑیں

جو ہم کو نصیحت کرتے ہیں وہ اپنا زمانہ دیکھ چکے
ہم پر بھی جو جوانی آئی ہے ہم اپنا زمانہ کیوں چھوڑیں

دنیا تو ہمارے سامنے ہے جنت کا پتہ کیا ہو کہ نہ ہو
جنت میں چھپی دولت کے لئے دنیا کا خزانہ کیوں چھوڑیں



●

تو بھی کچھ پریشاں ہے تو بھی سوچتی ہو گی
تیرے نام کی شہرت، تیرے کام کیا آئی
میں بھی کچھ پریشاں ہوں میں بھی غور کرتا ہوں
میرے کام کی عظمت میرے کام کیا آئی

تیرے خواب بھی سونے میرے خواب بھی سوتے
تیری میری شہرت سے تیرے میرے غم دوتے
تو بھی اک سلگتا بن، میں بھی اک سلگتا بن
تیری قبر تیرا فن، میری قبر میرا فن
اب تجھے میں کیا دوں گا اب مجھے تو کیا دے گی
تیری میری غفلت کو زندگی سزا دے گی

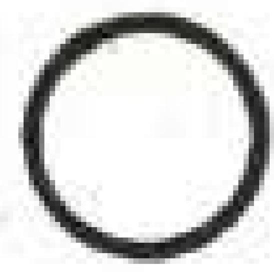
تو بھی کچھ پریشاں ہے تو بھی سوچتی ہو گی
تیرے نام کی شہرت تیرے کام کیا آئی
میں بھی کچھ پریشاں ہوں بھی غور کرتا ہوں
میرے کام کی عظمت میرے کام کیا آئی

میں



رجعت پسند ہوں کہ ترقی پسند ہوں!
اس بحث کو فضول و عبث جانتا ہوں میں
آئینہ حوادث ہستی ہیں میرے شعر
جو دیکھتا رہا ہوں وہ کہتا رہا ہوں میں
تاروں کی انجمن سے مجھے واسطہ نہیں
انسانیت پہ اشک بہاتا رہا ہوں میں
دنیا نے تجربات و حوادث کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا ہے وہ لوٹاتا رہا ہوں میں





شرما کے یوں نہ دیکھ ادا کے مقام سے
اب بات بڑھ چکی ہے حیا کے مقام سے

تصویر کھینچ لی ہے تیرے شوخ حسن کی
میری نظر نے آج خطا کے مقام سے

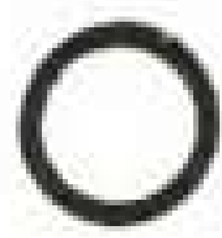
دنیا کو بھول کر میری باہوں میں جھول جا
آواز دے رہا ہوں وفا ئے مقام سے

دل کے معاملے میں نتیجہ کی فکر کیا
آگے ہے عشق جرم و سزا کے مقام سے



●

میں پل دو پل کا شاعر ہوں اور پل دو پل میری کہانی ہے
پل دو پل میری ہستی ہے پل دو پل میری جوانی ہے
مجھ سے پہلے کتنے شاعر آئے اور آکر چلے گئے!
کچھ آہیں بھر کر لوٹ گئے کچھ نغمے گا کر چلے گئے!
وہ بھی اک پل کا قصہ تھے میں بھی اک پل کا قصہ ہوں
کل تم سے جدا ہو جاؤں گا گو آج تمہارا حصہ ہوں
پل دو پل میں کچھ کہہ پایا، اتنی ہی سعادت کافی ہے
پل دو پل تم نے مجھ کو سنا اتنی ہی عنایت کافی ہے
کل اور آئیں گے نغموں کی کھلتی کلیاں چننے والے
مجھ سے بہتر کہنے والے تم سے بہتر سننے والے
ہر اک فصل ہے دھرتی کی آج اگتی ہے کل کٹتی ہے
جیون وہ مہنگی مدرا ہے جو قطرہ قطرہ بٹتی ہے
ساگر سے ابھری لہر ہوں میں ساگر میں پھر کھو جاؤں گا
مٹی کی روح کا سپنا ہوں، مٹی میں پھر سو جاؤں گا
کل کوئی مجھ کو یاد کرے۔ کیوں کوئی مجھ کو یاد کرے
مصروف زمانہ میرے لئے کیوں وقت اپنا برباد کرے



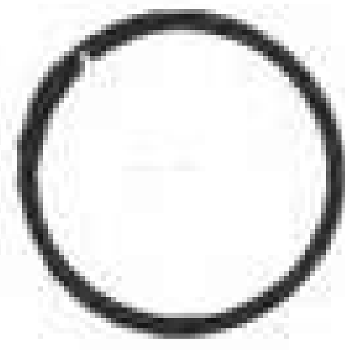
محفل سے اٹھ جانے والو! تم لوگوں پر کیا الزام
تم آباد گھروں کے باسی ہیں آوارہ اور بدنام
میرے ساتھی خالی جام

دو دن تم نے پیار جتایا، دو دن تم سے میل رہا
اچھا خاصا وقت کٹا اور اچھا خاصا کھیل رہا
اب اس کھیل کا ذکر ہی کیا وقت کٹا اور کھیل تمام
میرے ساتھی خالی جام

تم نے ڈھونڈھی سکھ کی دولت میں نے پالا غم کا روگ
کیسے بنتا، کیسے نبھتا، یہ رشتہ اور یہ سنجوگ
میں نے دل کو دل سے تولا تم نے مانگے پیار کے دام
میرے ساتھی خالی جام

تم دنیا کو بہتر سمجھے، میں پاگل تھا خوار ہوا
تم کو اپنانے نکلا تھا خود سے بھی بیزار ہوا
دیکھ لیا گھر پھونک تماشا، جان لیا انجام
میرے ساتھی خالی جام

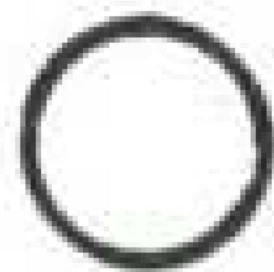




بدلا تو ایسا بدلا ہے کچھ رنگ گلستاں
اک پھول پہ بہار ہے اک پھول پر خزاں
زندگی بھر غم جدائی کا مجھے تڑپائے گا
ہر نیا موسم پرانی یاد لے کر آئے گا

ہیں وہی راہیں وہی گلیاں مگر سنسان ہیں
تو نہیں تو دل کی ساری بستیاں ویراں ہیں
دل میں ہے جو غم ترا وہ جان لے کر جائیگا

ہوں مبارک تجھ کو خوشیاں اور مجھے رسوائیاں
تجھ کو تیرا گھر سلامت اور مجھے تنہائیاں
مرتے مرتے بھی تیرا ہی نام لب پہ آئے گا





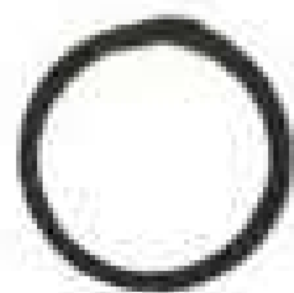
سزا کا حال سنائیں جزا کی بات کریں
خدا ملا ہو جنہیں وہ خدا کی بات کریں

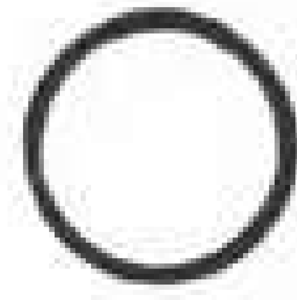
انہیں پتہ بھی چلے اور وہ خفا بھی نہ ہوں
اس احتیاط سے کیا مدعا کی بات کریں

ہمارے عہد قبا کی تہذیب میں قبا ہی نہیں
اگر قبا ہو تو بندِ قبا کی بات کریں

ہر اک دور کا مذہب نیا خدا لایا
کریں تو ہم بھی مگر کس خدا کی بات کریں

وفا شعار کئی ہیں کوئی حسیں بھی تو ہو
چلو پھر آج اسی بے وفا کی بات کریں



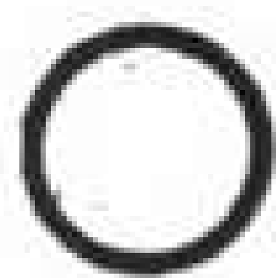


جوانیاں یہ مست مست بن پئے
جلاتی چل رہی ہیں راہ میں دیئے
نہ جانے ان میں کس کیواسطے ہوں ہیں
نہ جانے ان میں کون ہے میرے لیئے
سبھی حسیں سبھی جواں
کہاں یہ دل کو ہار پیئے
سبھی ہیں دل کی میہماں
کسے کسے پکار دیئے
ادھر سے جو گئی گزر
اسی پہ ہم مچل گئے
جو کچھ نہ ہو سکا تو پھر
قریب سے نکل گئے





دیواروں کا جنگل جس کا آبادی ہے نام
باہر سے چپ چپ لگتا ہے اندر ہے کہرام
دیواروں کے اس جنگل میں بھٹک رہے انسان
اپنے اپنے الجھے دامن جھٹک رہے انسان
اپنی بپتا چھوڑ کے آئے کون کسی کے کام
سینے خالی آنکھیں سونی چہروں پہ حیرانی
جتنے گھنے ہنگامے اس میں اتنی گھنی ویرانی
راتیں قاتل، صبحیں مجرم، ملزم ہے ہر شام
حال نہ پوچھیں درد نہ بانٹیں اس جنگل کے لوگ
اپنا اپنا دکھ ہے سب کا اپنا اپنا سوگ
کوئی نہیں جو ہاتھ بڑھا کے گرتوں کو لے تھام



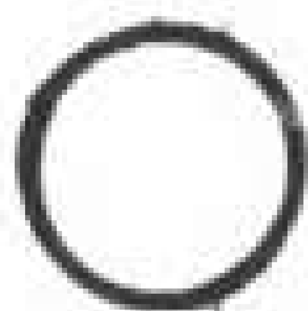


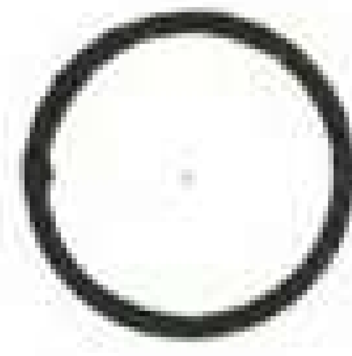
بے بسی، یہ مرا حال زار دیکھ تو لے
کھڑا ہوں دیر سے امید وار دیکھ تو لے

خزاں نے لوٹ لیا دل کی آرزو کا چمن
کہاں ہے اے مری کھوئی بہار دیکھ تو لے

بسی رہے ترے محلوں کی چار دیواری
نہ آسکے تو نہ آ، ایک بار دیکھ تو لے

سحر قریب ہے اور شمع بجھنے والی ہے
تڑپ رہا ہے ترا بے قرار دیکھ تو چہرہ



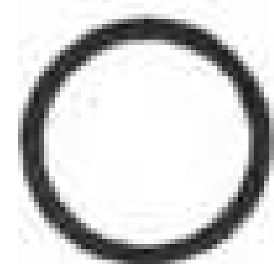


خدا کے واسطے اب یہ رخی سے کام نہ لے
تڑپ کے پھر کوئی تیرے دامن کو تھام نہ لے

زمانے بھر میں ہیں چرچے مری تباہی کے
میں ڈر رہا ہوں کہیں کوئی تیرا نام نہ لے

جسے تو دیکھ لے اک بار مست نظروں سے
وہ عمر کبھی ہاتھوں میں اپنے جام نہ لے

رکھوں امید کرم ان سے اب میں کیا ساحر
کہ جب نظر سے بھی ظالم مرا سلام نہ لے



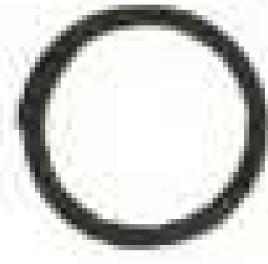


وہ اکیلا جو ہے ایک ہزاروں میں
میرے محبوب تم ہو تمہیں ہو
وہ نگینہ جو ہے ایک ہزاروں میں
میرے محبوب تم ہو تمہیں ہو

پہلے ہی پہل جب تم سے ملے ہم کو تو لگا ایسے
پہچان ہو تو سے مدت کی آئے جانِ دفا جیسے
دیکھ کے حسن کو پھول کی ڈالی جھک جھک جاتی ہے
آئینے میں شبنم جس کی تصویر دکھاتی ہے

برسوں سے تمہارا درد محبت سہتے ہیں
جو آج تلک ہم کہہ نہ سکے اب کہتے ہیں
نظروں نے جو بات اشاروں میں تم سے
ہم آج اسی کے معنی مطلب کہتے ہیں

ہم نے تم کو دیکھا تمہیں دل دے بیٹھے
عاشق لوگوں کے طور ہمیں معلوم نہیں
جینا ہے تم پہ اور تمہیں پہ مرنا ہے
اس کے سوا کچھ اور ہمیں معلوم نہیں



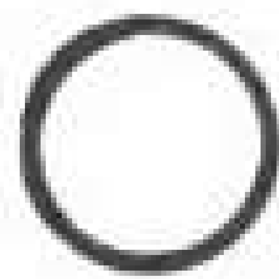
لو اپنا جہاں دنیا والو ہم اس دنیا کو چھوڑ چلے !
جو رشتے ناطے جوڑے تھے وہ رشتے ناطے توڑ چلے

کچھ سکھ کے سپنے دیکھ چلے کچھ دکھ کے سپنے جھیل چلے
تقدیر کی اندھی گردش نے جو کھیل کھلائے کھیل چلے

ہر چیز تمہاری لوٹا دی ہم لے کے نہیں کچھ ساتھ چلے
پھر دوش نہ دینا اے لوگو ہم دیکھ لو خالی ہاتھ چلے

یہ راہ اکیلی کٹتی ہے یاں ساتھ نہ کوئی یار چلے
اس پار نہ جانے کیا پایا بس اس پار تو سب کچھ ہار چلے





کیا ملئے ایسے لوگوں سے جن کی فطرت چھپی رہے
نقلی چہرہ سامنے آئے اصلی صورت چھپی رہے
خود سے ہی خود کو چھپائے کیا اس سے پہچان کریں
کیا اس کے دامن سے لپٹیں کیا اس کا ارمان کریں
جس کی آدھی نیت ابھرے آدھی نیت چھپی رہے
دلداری کا ڈھونگ رچا کر جال بچھائے باتوں کا
جینے جی کا رشتہ کہہ کر سکھ ڈھونڈھے کچھ راتوں کا
روح کی حسرت لب پر آئے جسم کی حسرت چھپی رہے



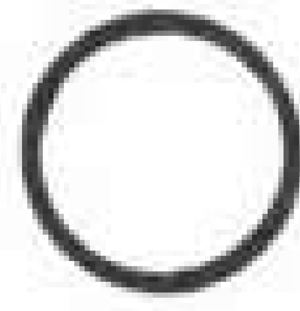


مطلب نکل گیا تو ہے تو پہچانتے نہیں
یوں جا رہے ہیں جیسے ہمیں جانتے نہیں

اپنی غرض تھی جب لپٹنا قبول تھا
باہوں کے دائرے میں سمٹنا قبول تھا
اب ہم رہے ہیں مگر مانتے نہیں

ہم نے تمہیں پسند کیا کیا بُرا کیا
رتبہ ہی کچھ بلند کیا کیا بُرا کیا
ہر اک گلی کی خاک تو ہم چھانتے ہیں





آپ کے دہکے ہوئے جسم سے آنچ آتی ہے
دل کو گرماتی ہے جذبات کو بھڑکاتی ہے
آپ کے پاس جو آئے گا پگھل جائے گا
اس حرارت سے جو الجھے گا وہ جل جائے گا

آپ کا حسن وہ شبنم ہے جو شعلوں میں پلے!
گرم خوشبوؤں میں تپتے ہوئے رنگوں میں ڈھلے
کس کا دل ہے جو سنبھالے سے سنبھل جائیگا

ہونٹ ہیں یا کسی شاعر کی دعاؤں کا جواب
زلف ہے یا کسی ساون کے طلبگار کا خواب
ایسے جلوؤں کو جو دیکھے گا جل جائے گا

اس قدر حسن کسی ایک میں دیکھا نہ سنا
اس کا کیا کہنا جسے آپ نے ہمراز چنا
اس کی تقدیر کا عنوان بدل جائے گا





اب یہ جانا کہ اسے کہتے ہیں آنا دل کا
ہم ہنسی کھیل سمجھتے تھے لگانا دل کا

ہم سے اونچی تھی بہت کوچۂ جاناں کی زمین
وہاں پہنچتی بھی ہے آواز ہماری کہ نہیں
ان سے ہم کہنے کو آئے ہیں فسانہ دل کا

کم سے کم صورت ہی دکھا دے کوئی
کاش چلمن کی یہ دیوار گرا دے کوئی
پھر پیاسا ہی پلٹ جائے دیوانہ دل کا





رات بھر کا ہے مہماں اندھیرا
کس کے روکے رُکا ہے سویرا
رات جتنی بھی سنگین ہو گی
صبح اتنی ہی رنگین ہو گی
غم نہ کر گر ہے بادل گھنیرا
کس کے روکے رُکا ہے سویرا
لب پہ شکوہ نہ لا اشک پی لے
جس طرح بھی ہو کچھ دیر جی لے
اب اکھڑنے کو ہے غم کا ڈیرا
کس کے روکے رکا ہے سویرا
یوں ہی دنیا میں آ کر نہ جا تو
صرف آنسو بہا کر نہ جا تو
مسکراہٹ پہ بھی حق ہے تیرا
کس کے روکے رکا ہے سویرا



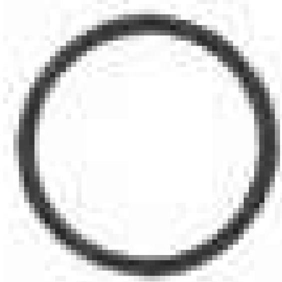


دل میں کسی کے پیار کا جلتا ہوا دیا
دنیا کی آندھیوں سے بھلا یہ بجھے گا کیا
سانسوں کی آنچ پا کے بھڑکتا رہے گا یہ
سینے میں دل کے ساتھ دھڑکتا رہے گا یہ

وہ نقش کیا ہوا جو مٹانے سے مٹ گیا
وہ درد کیا ہوا جو دبائے سے دب گیا

یہ زندگی بھی کیا ہے امانت انہی کی ہے
یہ شاعری بھی کیا ہے عنایت انہی کی ہے
اب وہ کرم کریں کہ ستم ان کا فیصلہ
ہم نے تو دل میں پیار کا شعلہ جگا لیا





ملتی ہے زندگی میں محبت کبھی کبھی
ہوتی ہے دلبروں کی عنایت کبھی کبھی

شرما کے منہ نہ پھیر نظر کے سوال پر
لاتی ہے ایسے موڑ پر قسمت کبھی کبھی
ملتی ہے زندگی میں محبت کبھی کبھی

کھلتے نہیں ہیں روز دریچے بہار کے
آتی ہے جانِ من یہ قیامت کبھی کبھی
ملتی ہے زندگی میں محبت کبھی کبھی

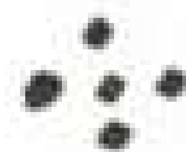
تنہا نہ کٹ سکیں گے جوانی کے راستے
پیش آئے گی کسی کی ضرورت کبھی کبھی
ملتی ہے زندگی میں محبت کبھی کبھی

پھر کھو نہ جائیں ہم کہیں دنیا کی بھیڑ میں
ملتی ہے پاس آنے کی مہلت کبھی کبھی
ملتی ہے زندگی میں محبت کبھی کبھی





جانے وہ کیسے لوگ تھے جن کے پیار کو پیار ملا
ہم نے تو جب کلیاں مانگیں کانٹوں کا ہار ملا
خوشیوں کی منزل ڈھونڈی تو غم کی گرد ملی
چاہت کے نغمے چاہے تو آہ سرد ملی
دل کے بوجھ کو دونا کر گیا جو غم خوار ملا
بچھڑ گیا ہر ساتھی دے کر پل دو پل کا ساتھ
کسی کو فرصت کہاں جو تھامے دیوانوں کا ہاتھ
ہم کو تو اپنا سایہ تک اکثر بے زار ملا

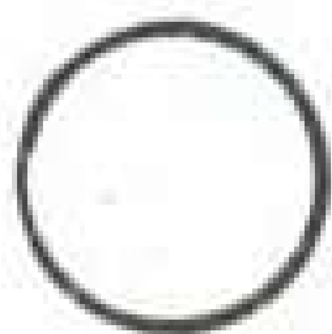


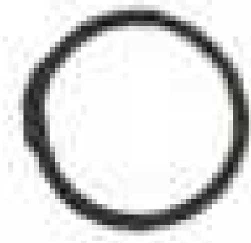
اس کو ہی جینا کہتے ہیں تو یوں ہی جی لیں گے
اف نہ کریں گے لب سی لیں گے آنسو پی لیں گے
غم سے اب گھبرانا کیسا، غم سو بار ملا



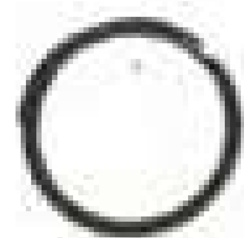


ان ہواؤں میں ان فضاؤں میں تجھ کو میرا پیار پکارے!
رک نہ پاؤں میں کھنچتی آؤں میں دل کو جب دلدار پکارے
لوٹ رہی ہیں میری صدائیں دیواروں سے ٹکرا کے
ہاتھ پکڑ کر چلنے والے ہو گئے رخصت ہاتھ چھڑا کے
ان کو کچھ بھی یاد نہیں ہے اب کوئی سو بار پکارے
علم نہیں تھا اتنی جلدی ختم فسانے ہو جائیں گے
تم بیگانے بن جاؤ گے ہم دیوانے ہو جائیں گے
کل بانہوں کا ہار ملا تھا آج اشکوں کا ہار پکارے





یوں نگاہیں تیرے چہرے سے ہٹاؤں کیسے
لٹ گئے ہوش تو پھر ہوش میں آؤں کیسے
چھا رہی تھی تیری مہکی ہوئی زلفوں کی گھٹا
تیری آنکھوں نے پلا دی تو میں پیتا ہی گیا
تو یہ تو یہ وہ نشہ ہے کہ بتاؤں کیسے!!
میری آنکھوں میں گلے شکوے بھی ہیں پیار بھی ہے
آرزو بھی ہے تیری حسرت دیدار بھی ہے
اتنے طوفان ہیں آنکھوں میں چھپاؤں کیسے
شوخ نظریں یہ شرارت سے نہ باز آئیں گی
کبھی روٹھیں گی کبھی مل کے پلٹ جائیں گی
تجھ سے بنھ جائے گی میں ان سے بنھاؤں کیسے





بہار آئی، کھلیں کلیاں، ہنسے تارے چلے آؤ
ہمیں جینے نہیں دیتے یہ نظارے، چلے آؤ

زباں پر آہ بن بن کر، تمہارا نام آتا ہے
محبت میں تمہی جیتے، ہمی ہارے چلے آؤ

کہیں ایسے نہ ہو دل کی لگی دل کو ہی لے ڈوبے
بجھائے سے نہیں بجھتے یہ انگارے چلے آؤ





میں اپنے آپ سے گھبرا گیا ہوں
مجھے اے زندگی دیوانہ کر دے
کہاں سے یہ فریب آرزو مجھ کو یہاں لایا
جسے میں پوجتا تھا آج تک وہ نکلا اک سایہ
کہ دل ہی دل میں شرما گیا ہوں
بڑے ہی شوق سے اک خواب میں کھویا ہوا تھا
عجب مستی بھری اک نیند میں سویا ہوا تھا میں
کھلی جب آنکھ تو بھر آ گیا ہوں





مرے قاصد تو جب پہنچے مرے دلدار کے آگے
ادب سے سر جھکانا حسن کی سرکار کے آگے
زباں سے گر نہ کہہ پائے تو آنکھوں سے بیاں کرنا
مرے غم کا ہر اک قصہ مرے غم خوار کے آگے
کہنا اک دیوانہ تیری یاد میں آہیں بھرتا ہے
لکھ کر تیرا نام زمیں پر اس کو سجدے کرتا ہے
چاک گریباں خاک بسر سا مارا مارا پھرتا ہے
سایوں کو لپٹاتا ہے اور لیلیٰ لیلیٰ کرتا ہے
تیری اک جھلک کی خاطر جاں آنکھوں میں اٹکی ہے
جی کا ایسا حال ہوا ہے جیتا ہے نہ مرتا ہے
صدقے جاؤں اس قاصد پہ جس سے یہ پیغام ملا
میرا قاتل میرا مسیحا اب بھی مجھ پہ مرتا ہے
لکھ کر تیرا نام زمیں پر اس کو سجدے کرتا ہے

